سیرت نگاری اور مولانا مودودیؒ

پروفیسر عبدالجبار شاکر ○

مسلمانوں کی علمی تاریخ میں علم حدیث اور سیرت نگاری دو ایسے پہلو ہیں کہ جن کا مقابلہ دنیا کی کوئی دوسری قوم اور کوئی دوسرا مذہب نہیں کرسکتا۔ ان دونوں علوم میں سے پہلے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ گفتگو، اعمالِ حسنہ اور طریقِ زندگی کے ہر پہلو کو اس حزم و احتیاط سے محفوظ کیا گیا ہے کہ محدّثین کی اس علمی اور تحقیقی کاوش کو غیر مسلموں نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے۔

علمِ حدیث کے دفاع کی خاطر اسماء الرجال جیسا عظیم فن ایجاد ہوا، جس کی نظیر اس سے قبل دنیا کی کسی علمی روایت میں دکھائی نہیں دیتی۔ اس پر مستزاد درایت کا ایک ایسا اسلوب وضع کیا، جس سے اس اندیشے کا امکان بھی رفع ہوگیا کہ کوئی ظالم، آپؐ کی شخصیت اور کلام کے ساتھ کوئی غلط بات منسوب کرسکے۔

جہاں تک علم سیرت نگاری کا تعلق ہے، اس میں آپؐ کی حیات طیبہؐ کے ہر ممکنہ اور ضروری پہلو کو اس طرح محفوظ کیا گیا ہے کہ ایک زندہ اور متحرک شخصیت کے بچپن سے وصال تک کا کوئی گوشہ سامنے آنے سے نہیں رہ گیا۔ اس ضمن میں احوالِ حجاز و عرب، قبائل عرب اور ان کے نسب نامے، تاریخ و جغرافیۂ عرب، عرب کی تہذیبی اور ثقافتی روایات، سیاسی اور تمدنی نقشہ، ادبی اور شعری سرمایہ اور ان کے خصائل و رذائل، سب کچھ تفصیل کے ساتھ فراہم کر دیا گیا ہے۔ آپؐ کے کارنامۂ زندگی اور احوالِ سیرت کو صحیح طور پر جاننے کے لیے مذکورہ تفصیلات بہت ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔

○ ڈائرکٹر، بیت الحکمت، لاہور

سیرت نگاری کا آغاز عربی زبان میں ہوا' اسی باعث سیرت کے تمام تر منابع' مصادر اور مراجع بھی اسی زبان میں موجود ہیں۔ قرآن مجید آپؐ کے احوالِ سیرت کی سب سے بنیادی اور اساسی کتاب ہے۔ اس کے علاوہ احادیث نبویؐ' کتب سیر' مغازی' تفاسیر' تواریخ' اسماء الرجال' دلائل' شمائل' آثار و اخبار' ادب و شاعری' تاریخ الحرمین' حج کے سفرنامے اور انساب و جغرافیہ کی کتب بنیادی ماخذِ سیرتؐ قرار پاتی ہیں۔ قرآن مجید تو خود آپؐ کی حیات طیبہ میں مکمل اور محفوظ ہوا۔ احادیث نبویؐ صحابہؓ کے وردِ زبان تھیں تو روایات سنت ان کے اعمال کا مصفّا آئینہ تھیں۔ غزوات و سرایا میں صحابہؓ چونکہ خود شریک ہوتے تھے' اس لیے ان سے بڑھ کر ان کا شاہد کون ہوسکتا ہے۔ اسی باعث مغازی کی کتابیں عہد صحابہؓ میں مرتب ہونا شروع ہوگئیں۔ ان تمام مراجع اور مصادر کو دیکھنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ قدرت سابقہ انبیا و رسل کے برعکس نبی آخرالزماںؐ کی حیات و خدمات کو اس کی تمام جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ اگر صرف قرآن مجید کو دیکھا جائے تو خود اس میں آپؐ کی سیرت کے تمام تر پہلو ہر اعتبار سے محفوظ اور موجود ہیں۔ اس ضمن میں مولانا مودودیؒ کے ۱۹۲۷ء میں لکھے ہوئے ایک مضمون کا یہ اقتباس قابل توجہ ہے:

> دنیا کے تمام ہادیوں میں یہ خصوصیت صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپؐ کی تعلیم اور آپؐ کی شخصیت ۱۳ صدیوں سے بالکل اپنے حقیقی رنگ میں محفوظ ہے اور خدا کے فضل سے کچھ ایسا انتظام ہوگیا ہے کہ اب اس کا بدلنا غیر ممکن ہے...... لیکن اللہ تعالیٰ کو بعثتِ انبیا کے آخری مرحلے میں ایک ایسا ہادی و رہنما بھیجنا منظور تھا' جس کی ذات انسان کے لیے دائمی نمونۂ عمل اور عالم گیر سرچشمۂ ہدایت ہو۔ اس لیے اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن عبداللہ کی ذات کو اس ظلم سے محفوظ رکھا' جو جاہل معتقدوں کے ہاتھوں دوسرے انبیا اور ہادیانِ اقوام کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ اول تو آپؐ کے صحابہؓ و تابعین اور بعد کے محدثین نے پچھلی امتوں کے برعکس اپنے نبیؐ کی سیرت کو محفوظ رکھنے کا خود ہی غیر معمولی اہتمام کیا ہے' جس کی وجہ سے ہم آپؐ کی شخصیت کو ۱۴۰۰ برس گزر جانے پر بھی آج تقریباً اتنے ہی قریب سے دیکھ سکتے ہیں' جتنے قریب سے خود آپؐ کے عہد کے لوگ دیکھ سکتے تھے۔ لیکن اگر کتابوں کا وہ تمام ذخیرہ دنیا سے مٹ جائے جو ائمہ اسلام نے سالہا سال کی

محنتوں سے مہیا کیا ہے' حدیث و سیر کا ایک ورق بھی دنیا میں نہ رہے جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کچھ حال معلوم ہو سکتا ہو' اور صرف کتاب اللہ (قرآن) ہی باقی رہ جائے' تب بھی ہم اس کتاب سے ان تمام بنیادی سوالات کا جواب حاصل کر سکتے ہیں' جو اس کے لانے والے کے متعلق ایک طالب علم کے ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں۔(تفہیمات' دوم' ص ۱۷-۱۸)

جناب نعیم صدیقی (م:۲۰۰۲ء) کی محسن انسانیتؐ اپنے اسلوب میں ایک منفرد کتاب ہے۔اسے دور حاضر میں اُردو زبان کی مقبول ترین سیرت کی کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کتاب کو سید مودودیؒ کی برپا کردہ تحریک میں سیرت پاک کا ایک نمایندہ اظہار کہہ سکتے ہیں۔سید مودودیؒ نے محسن انسانیتؐ کے دیباچے میں سیرت نگاری کے منہج اور مقصود کو یوں واضح کیا ہے:

پرانے ادوار کی طرح اب اس نئے دور میں بھی انسان کو نعمتِ اسلام میسر آنے کے وہی دو ذرائع ہیں' جو ازل سے چلے آرہے ہیں' ایک خدا کا کلام جو اب صرف قرآن مجید کی صورت ہی میں مل سکتا ہے' دوسرے اسوۂ نبوت جو اب صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک ہی میں محفوظ ہے۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی اسلام کا صحیح فہم انسان کو اگر حاصل ہو سکتا ہے تو اس کی صورت صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے سمجھے۔ان دونوں کو ایک دوسرے کی مدد سے جس نے سمجھ لیا' اس نے اسلام کو سمجھا' ورنہ فہم دین سے بھی محروم رہا اور نتیجتاً ہدایت سے بھی۔

محسنِ انسانیتؐ کی طرح بیسیوں دوسری ایسی تصانیفِ سیرت ہیں' جن میں سید مودودیؒ کی فکر اور تحریروں سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے۔

سید مودودیؒ کے کارنامۂ سیرت کو بیان کرنے سے پہلے ایک اہم کتاب کا تذکرہ ناگزیر ہے۔ یہ مولانا ابوالکلامؒ آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) کی سیرت پر تحریروں کا مجموعہ رسولؐ رحمت ہے جسے مولانا غلام رسول مہرؒ نے مرتب کیا۔اس کتاب کی سید مودودیؒ کی سیرت سرور عالمؐ کے ساتھ ایک تدوینی اور تصنیفی مناسبت ہے۔ یہ دونوں کتابیں مصنفین نے خود نہیں لکھیں' بلکہ انھیں ان کی تصنیفات' مقالات اور خطبات سے ترتیب دیا گیا ہے۔مگر ان دونوں کی ترتیب میں ایک فرق یہ ہے

کہ سیرت سرور عالمؐ کا خاکہ مرتبین (نعیم صدیقی‘ عبدالوکیل علوی) نے مصنف کے سامنے پیش کیا‘ جسے نہ صرف مولانا نے بالاستیعاب دیکھا‘ بلکہ اس میں مناسب تجاویز کے بعد بذات خود سیکڑوں صفحات کے موزوں اضافے تحریر کیے۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان کی صورت میں ایک ایسی اسلامی ریاست قائم ہوئی جو قرارداد مقاصد کے مطابق خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا ماڈل قرار پائی۔ اس ریاست کے آئینی‘ سیاسی‘ معاشی‘ معاشرتی‘ تہذیبی‘ تمدنی‘ علمی اور ثقافتی وجود اور اسلامی تشخص کے لیے سید مودودیؒ نے ایک طرف احیاے اسلام کے لیے ایک نظریاتی تحریک کو پروان چڑھایا تو دوسری طرف اسوۂ حسنہ اور سنتِ رسولؐ کی بنیاد پر ایک اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے بھرپور علمی اور عملی مساعی کیں۔ اس لحاظ سے سیرتِ نبویؐ پر ان کی تحریروں کا مزاج محض مستند علمی معلومات کو پیش کرنے اور وقائع نویسی تک محدود نہیں رہتا‘ بلکہ وہ سیرت کے اس فکری اور انقلابی سرمائے کو ایک اسلامی ریاست کی تشکیل اور ایک صالح معاشرے کی تعمیر میں صرف کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت پر ان کی تحریروں کا اسلوب اور منہج ماقبل کے تمام ذخیرۂ سیرت سے جدا اور منفرد تشخص رکھتا ہے۔

سید مودودیؒ کی سیرت پر تحریریں ۶۴ برس (۱۹۱۵ء-۱۹۷۹ء) کے عرصے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ہزار ہا صفحات پر مشتمل ان تحریروں کا آغاز ۱۹۱۵ء میں ہوا‘ جب آپ نے ۱۲ برس کی عمر میں ”سیرت النبویؐ“ کے عنوان سے ایک مجوزہ کتاب کا پہلا باب تحریر کیا۔ اس مضمون کا اختتام ان سطور پر ہوتا ہے:

> اس نسبی بحث کے بعد‘ ہم اس حقیقی بحث کی طرف راجع ہوتے ہیں‘ جس کے بعد ہم حبیبؐ رب العالمین کی سیرت پاک کو زیادہ روشن اور بہت واضح دکھا سکتے ہیں‘ اور جس کے ذریعے لوگ نہایت آسانی سے اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً تمام دنیا کے انسانوں سے‘ خواہ وہ حکیم ہوں یا عالم‘ زاہد ہوں یا متقی‘ والی ہوں یا پیغمبر‘ غرضیکہ بلند سے بلند مرتبے کے انسانوں سے زیادہ افضل اور برگزیدہ ہیں۔ اگر کوئی شخص انسانیت کی تفسیر معلوم کرنا چاہتا ہے‘ تو اس کے لیے صرف آنحضرتؐ کی سیرت کا مطالعہ تمام دنیا کی کتابوں کی چھان بین سے زیادہ مفید ہے اور سب سے زیادہ بہتر طریقے سے وہ اس آئینے میں نہ صرف انسانیت بلکہ جمال خداوندی کا عکس دیکھ سکتا ہے۔ یعنی ہم

اسلام سے قبل عرب کی بدویت و جہالت کا ایک مختصر سا خاکہ دکھائیں گے اور اس تاریک قوم میں آنحضورؐ کے خاندان کی حیثیت سے بحث کریں گے اور پھر بتائیں گے کہ آنحضرتؐ کا کن لوگوں میں نشوونما ہوا' اور کن حالات میں انھوں نے پرورش پائی اور کس زمین میں اپنی اصلاحات کا بیج بویا۔ (وثائق مودودی 'ص ۲۱)

سید مودودیؒ کے قلم سے ۱۲ سال کی عمر میں لکھی ہوئی اس تحریر سے سیرت کے موضوع اور اسلوب کے بارے میں ان کے ذہنی اور قلبی احساسات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان اثرات کا سراغ لگانے کے لیے ہمیں ان کے خانوادے کی علمی اور روحانی حیثیت اور پھر والدین کی تربیت کا جائزہ لینا چاہیے' جس کے باعث کم عمر ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے قلب و ذہن میں اسوۂ رسولؐ کی یہ رعنایاں اور لطافتیں پختہ سے پختہ تر اور عمیق سے عمیق تر ہوتی چلی گئیں۔ اس ضمن میں سید مودودیؒ کی ۱۹۳۲ء میں لکھی گئی خودنوشت کا یہ مختصر اقتباس دیکھیے:

میرا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس میں ۱۳۰۰ برس تک سلسلۂ ارشاد و ہدایت اور فقر و درویشی جاری رہا ہے--- اس خاندان کے ایک نامور بزرگ مولانا ابواحمد ابدال چشتی (م: ۳۵۵ھ) حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن کی اولاد سے تھے۔ انھی سے صوفیہ کا مشہور سلسلہ چشتیہ جاری ہوا ہے--- حضرت ناصرالدین ابویوسف کے فرزند اکبر حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی (م: ۵۲۷ھ) تھے' جو تمام سلاسلِ چشتیۂ ہند کے شیخ الشیوخ اور خاندان مودودی کے مورث ہیں--- اس زمانے میں انگریزی تعلیم اور انگریزی تہذیب کے خلاف مسلمانوں میں جو شدید نفرت پھیلی ہوئی تھی' اس کا حال سب جانتے ہیں۔ مگر ہمارا خاندان اس میں عام مسلمانوں سے بھی کچھ زیادہ بڑھا ہوا تھا' کیونکہ یہاں مذہب کے ساتھ مذہبی پیشوائی بھی شامل تھی--- والد مرحوم اور والدہ ماجدہ دونوں کی زندگی ایک ہی مذہبی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ ان کی اس تربیت اور عملی نمونے کا یہ اثر تھا کہ ابتدا ہی سے میرے دل و دماغ پر مذہب کے گہرے نقوش مرتسم ہو گئے--- والد مرحوم نے اوّل دن [سے] اردو اور فارسی کے ساتھ عربی زبان اور فقہ و حدیث کے درس پر ڈال دیا--- (مولانا مودودیؒ اپنی اور دوسروں کی نظر میں '

مرتبہ: محمد یوسف بھٹہ، ص ۳۱-۳۹)

سید مودودیؒ نے اپنی ۷۶ سالہ زندگی میں سے ۶۴ سال کے دوران سیرت پاک پر جو نگارشات رقم کیں، ان میں مقالات، خطبات، مصاحبے (انٹرویو)، مکتوبات، استفسارات، پیغامات، تقریظات اور دیباچے شامل ہیں۔ یہاں اُن کی چند مختصر تحریروں اور خطبوں کی فہرست ترتیب زمانی کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔

۱۹۱۵ء: ''سیرت النبویؐ''، مشمولہ وثائق مودودی، ص ۲۱

۱۹۲۵ء: ''مدینۃ الرسولؐ''، مشمولہ صدائے رستاخیز، ص ۳۳۹

۱۹۲۶ء: ''سرکار دوعالمؐ کی توہین''، مشمولہ بانگ سحر، ص ۳۱۶

۱۹۲۷ء: ''مقدمہ رنگیلا رسولؐ کا فیصلہ''، مشمولہ آفتاب تازہ، ص ۱۴۲، ۱۸۲، ۱۸۶، ۲۲۴، ۲۵۲، ۲۶۷

۱۹۲۸ء: ''دیارِ مقدسہ میں توہین رسول کا فتنہ''، مشمولہ جلوہ نور، ص ۳۶

۱۹۴۱ء: ''سرورِ عالمؐ''، مشمولہ نشری تقریریں، ص ۱-۱۹

۱۹۴۱ء: ''معراج کی رات''، مشمولہ ایضاً، ص ۳۹-۴۶

۱۹۴۲ء: ''میلاد النبیؐ''، مشمولہ ایضاً، ص ۲۰-۲۷

۱۹۴۳ء: ''معراج کا سفرنامہ''، مشمولہ ایضاً، ص ۶۰-۶۹

۱۹۴۸ء: ''سرور عالمؐ کا اصلی کارنامہ''، مشمولہ ایضاً، ص ۲۸-۳۸

۱۹۴۸ء: ''معراج کا پیغام''، مشمولہ ایضاً، ص ۴۷-۵۹

۱۹۴۸ء: ''اسلام کی ابتدا''، مشمولہ ایضاً، ص ۵-۱۲

۱۹۵۳ء: قادیانی مسئلہ، لاہور، ص ۱۵-۱۶

۱۹۶۲ء: ختم نبوتؐ، لاہور، ص ۷۰

۱۹۶۲ء: توحید و رسالت اور زندگی بعد موت کا عقلی ثبوت، لاہور، ص ۶۴

۱۹۶۹ء: رحمة للعالمینؐ سیرت کانفرنس، ڈھاکہ، ص ۱۶

۱۹۷۵ء: سیرت کا پیغام، پنجاب یونی ورسٹی سٹوڈنٹس یونین، ص ۳۶

۱۹۷۸ء: نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کا نظام حکومت، لاہور، ص ۳۲

--- اسلامی نظام کے عملی تقاضے' ص ۸

--- درود اُن پر سلام اُن پر' ص ۱۶' ماخوذ: تفہیم القرآن

۳- وانک لعلٰی خلقٍ عظیم مشمولہ قائد انسانیتؐ، احباب پبلی کیشنز' لاہور' ص ۲۲-۳۱

آپ نے سیرتؐ پاک سے متعلق حسبِ ذیل کتب پر تقاریظ رقم فرمائیں:

O محسن انسانیتؐ' ازنعیم صدیقی O آئینہ حقیقت 'از میر عبدالباسط O سراپاے رسولؐ ' از اعجاز الحق قدوسی O فیوض الحرمین' از سید عبدالعزیز شرقی O سیرت المختار' از شیخ مصطفیٰ غلامینی۔

سید مودودیؒ کے معارف پرور اور فکر انگیز قلم سے چھوٹی بڑی ایک سو کے قریب کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس علمی گلستان کا سدا بہار مظہر تفہیم القرآن کی چھ جلدیں ہیں۔ قرآن مجید ہی حقیقتاً سیرت کا سب سے اہم اور بنیادی ماخذ ہے۔ مولانا محترم نے بھی اس کی تفسیر میں وہ مقامات جو سیرت سے متعلق ہیں' ان کی تشریح میں بہت عرق ریزی اور جگر سوزی سے کام لیا ہے' جس کے نتیجے میں اس تفسیر کے سیکڑوں مقامات پر سیرت کے لوازمے کو تحقیقی' تاریخی اور داعیانہ اسلوب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ سید صاحب کی تالیف سیرت سرور عالمؐ جو تمام تر ان کی مختلف کتابوں کے سیرت سے متعلق تحریروں سے ترتیب پائی ہے' اس کا غالب حصہ تفہیم القرآن کی چھ جلدوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے سیرتؐ پر کتاب پیش کرنے کی پہلی کاوش سیرت ختم الرسلؐ، مرتبہ: احمد انس کی صورت میں سامنے آئی۔ کیا عجب کہ سیرت سرور عالمؐ مرتب کرنے کی بنیاد سیرت ختم الرسلؐ بنی ہو۔

سیرت سرورِ عالمؐ کی پہلی جلد ۶۴۷ صفحات پر مشتمل ہے' جس میں سے ۴۰۸ صفحات کا لوازمۂ سیرت صرف تفہیم القرآن کی چھ جلدں سے ماخوذ ہے' جب کہ باقی ماندہ ۲۴۳ صفحات کا لوازمہ ان کی ۱۶ کتب سے منتخب کیا گیا ہے۔

اسی طرح سیرت سرورِ عالمؐ جلد دوم ۷۶۳ صفحات پر مشتمل ہے' جس میں ۳۵۵ صفحات کا لوازمۂ سیرت صرف تفہیم القرآن کی چھ جلدوں سے ماخوذ ہے' جب کہ ۶۱ صفحے کا لوازمہ ان کی دیگر کتابوں سے ماخوذ ہے۔ یہ پہلو قابل توجہ ہے کہ جلد دوم میں انھوں نے ۳۴۷ صفحات کے جو

نئے اور تازہ اضافے کیے ہیں‘ وہ ان کی درایت سیرت‘ مؤرخانہ ژرف نگاہی‘ تحقیقی بصیرت‘ وسعت مطالعہ اور شوکت اسلوب کا شاہکار ہیں۔ یوں سیرت سرور عالمؐ کی دو جلدوں کے ۱۵۲۷ صفحات میں تفہیم القرآن سے ۸۷۶‘ ان کی دوسری ۱۸ کتابوں سے ۳۰۴ اور مؤلف کے اپنے قلم سے ۳۴۷ صفحات کا نیا تحریر شدہ لوازمۂ سیرت ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس لوازمے کے بارے میں اپنی کتاب کی دوسری جلد کے دیباچے میں وہ لکھتے ہیں:

> اس کتاب سیرت (سیرت سرور عالمؐ) کی پہلی جلد میں مجھے کسی حذف و اضافے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی --- لیکن اس دوسری جلد کے لیے میرے جو مضامین کے درمیان جگہ جگہ ایسے خلا باقی تھے‘ جن کی موجودگی میں کسی طرح سیرت کی کتاب نہ بن سکتی تھی۔ اس لیے میں نے اس میں بکثرت اضافے کر کے اسے ایک مسلسل اور مربوط کتاب سیرت بنا دیا ہے۔ یہ جلد ہجرت کے بیان پر ختم ہوئی ہے۔ آگے مدنی دور شروع ہوتا ہے‘ جو درحقیقت ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ (سیرت سرور عالمؐ‘ ج ۲‘ ص ۲۳)

سید مودودیؒ کا سیرت پر ابتدائی مضمون جو انھوں نے ۱۹۱۵ء میں لکھا‘ اپنے موضوع کے لحاظ سے علم انساب کی ایک ایسی بحث سے متعلق ہے‘ جس کا تفصیلی نقشہ ہم سرسید احمد خان کے ہاں دیکھتے ہیں۔ ذبیح کون ہے؟ سیرت کا ایک ایسا موضوع ہے جو مستشرقین اور مسلمان محققین کے درمیان صدیوں سے موضوع بحث ہے۔ سیرت سرور عالمؐ کی دوسری جلد کے صفحات ۶۱ سے ۶۵ کے درمیان اس موضوع پر ایک ایسی تحقیقی تحریر سامنے آتی ہے‘ جو اس عنوان پر ایک قاری کے لیے تشفی کا سامان فراہم کرتی ہے۔ سیرت سرور عالمؐ کی دونوں جلدوں کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ نے مختلف ابواب میں دوسرے مذاہب کی کتب بالخصوص عہدنامہ قدیم اور جدید سے براہ راست استشہاد کر کے بہت سے الزامات اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے۔ اسی طرح ہندومت‘ آریہ سماجیوں‘ قادیانیوں اور منکرین سنت وغیرہ کے الزامات کی تردید میں ان کے قلم کے تحقیقی شہ پارے ہمیں ورق ورق پر دکھائی دیتے ہیں۔

سید مودودیؒ ۲۲ سال کی عمر میں دہلی میں سہ روزہ الجمعیۃ کے مدیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۸ء کے اس دور ادارت میں انھوں نے سیکڑوں موضوعات پر اداریے لکھے ہیں۔ ان میں سے

کچھ اداریے آریہ سماجیوں کی نفرت انگیز کتب' بالخصوص پنڈت کالی چرن کی رنگیلا رسول اور اس کے پبلشر راجپال کے حوالے سے لکھے گئے ہیں۔ مگر ان میں اہم ترین موضوع پیغمبروں اور رسولوں کی اہانت کا ہے۔ توہین رسالتؐ اور blaspheme کا موضوع بہت قدیم ہے۔ سید مودودیؒ نے سہ روزہ الجمعیۃ میں جو اداریے لکھے ہیں وہ چار مستقل کتابوں صداے رستاخیز' بانگِ سحر' آفتابِ تازہ' جلوۂ نور کی صورت میں ترتیب دیے گئے ہیں۔

سید مودودیؒ کی مذکورہ چار کتابوں کے نومضامین کے مطالعے سے نوجوانی کے دور میں ان خاص جذبات واحساسات کا اندازہ ہوتا ہے' جو حبِ رسول سے عبارت ہیں۔ ۱۲ سال کی عمر میں ترتیب پانے والے احساسات اور ۲۲ سال کی عمر میں تشکیل پانے والے جذبات' جب ۵۰ برس کی عمر میں ختم نبوتؐ کی تحریک کے ایک خاص تاریخ ساز مرحلے (۱۹۵۳ء) تک پہنچتے ہیں' تو قدرت حق نے محبت رسول کے صلے میں انھیں ایک ایسے اعزاز کا حق دار ٹھیرایا' جو بارگاہ الٰہی میں خاص الخاص لوگوں کا حصہ ہوا کرتا ہے۔ قادیانی مسئلے اور ختم نبوت کی تحریروں کے جرم میں انھیں پھانسی کی سزا سنائی گئی تو ان کے مقربین نے مشاہدہ کیا کہ ان کے چہرے پر ایک طمانیت اور نورانیت کھیلنے لگی۔ (مشاہدات، از میاں طفیل محمد)

سیرت نگار سید مودودیؒ کا' صاحب سیرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی اور ذہنی رشتہ کس نوعیت کا تھا' یہ پہلو ان کی تحریروں کے علاوہ' ان کے عمل و کردار سے بھی واضح ہوتا ہے۔ سیرت نگاری کی ۱۴ صدیوں میں سیرت نگاروں کی محبت والفت کے بہت سے مظاہر عقیدت سامنے آتے ہیں۔ علمی اور تحقیقی اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقائع کا ایسا ذخیرہ مرتب کیا گیا ہے کہ جس کی نظیر اقوام عالم میں دکھائی نہیں دیتی۔ مگر سیرت نگاروں کی اس پوری صف میں یہ امتیاز صرف سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو حاصل ہے کہ انھوں نے اس سیرت مطہرہ اور سنت ثابتہ کے احیا کے لیے ایک تحریکِ دعوت کی بناڈالی اور پھر عملاً ریاست مدینہ کے سیاسی' آئینی' تمدنی' تہذیبی' عدالتی' عسکری' معاشرتی' معاشی اور ثقافتی اقدار کے احیا کے لیے ایک خطۂ زمین کو دارالاسلام میں تبدیل کرنے کے لیے اپنی زندگی کی تمام تر توانائیوں کو وقف کر دیا۔ یہی باعث ہے کہ وہ تفہیم القرآن میں تفسیری مباحث پیش کر رہے ہوں' یا سنت کی آئینی حیثیت پر قلم اٹھا رہے ہوں یا اسلامی ریاست کے مباحث کی تفصیلات مہیا کر رہے ہوں' ہر جگہ ان کا قلم وقائع سیرت میں سے ایک ایسی تصویر پیش کر دیتا ہے' جو اپنے موضوع

کے لحاظ سے معتبر، مستند اور اپنے مقاصد کے لحاظ سے ایک پُر تاثیر اسلوب نگارش کی حامل ہے۔

نصف صدی پر پھیلی (۱۹۱۲ء-۱۹۶۶ء) ہوئی مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے، سیرت نبویؐ پر چار جلدوں پر مشتمل ایک ابتدائی مسودہ تیار کر کے مولانا محترم کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو ایک حد تک ان کو بھی اس پر حیرت ہوئی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور سیرت کے متعلق اتنا وسیع مواد اپنی تحریروں میں پیش کیا ہے۔ [اس کا اندازہ فہرست ہی سے لگایا جاسکتا ہے] پہلی جلد کا تعلق بنیادی مباحث، منصب نبوت اور نظام وحی، بعثت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ماقبل بعثت کے ماحول، اور دعوت کی مخالف قوم اور عرب کے مختلف گروہوں کے احوال سے ہے۔ دوسری جلد حضور کی پیدایش سے لے کر ہجرت مدینہ تک کے احوال و واقعات پر مشتمل ہے۔ تیسری جلد میں اس انتہائی سرگرم تحریکی زندگی کا مرقع سامنے آتا ہے، جو لمحۂ وصال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں گزاری۔ چوتھی جلد جو ابھی باقی ہے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحات، تعلیمات اور نظام زندگی، مختلف شعبوں میں لائے جانے والے تغیرات کا نقشہ پیش کرنا مطلوب ہے۔ (سیرت سرورِ عالمؐ، ج ۱، ص ۱۰)

سیرت نبویؐ پر سید مودودیؒ کے اس کارنامے کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک قاری کو جس حیرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ ان کا قدیم و جدید علوم وفنون کا وسیع مطالعہ ہے۔ وہ اپنے مطالعے میں ایک ایسی تحقیقی نظر سے کام لیتے ہیں کہ بسااوقات وہ برسوں کی رائج غلط فہمیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے نئے، درست اور تازہ حقائق بیان کرتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ اپنے نتائج فکر کو اس ترتیب اور نوعیت سے پیش کرتے ہیں کہ قاری کو تاریخی تناظر اور دینی پس منظر میں صحیح صورت حال کا علم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت سرور عالمؐ میں بعض معلومات پہلی مرتبہ یکجا نظر آتی ہیں اور سیرت کے بعض وقائع پر منفرد انداز میں، روشنی پڑتی ہے۔ بعثت کے بعد کے تین برسوں میں خفیہ دعوت کے نتیجے میں جن قبائل کے جن خوش نصیب افراد نے شرف صحابیت حاصل کیا، اس کی ایک کامل تفصیل اور فہرست سیرت نگاری میں پہلی دفعہ پیش کی گئی ہے، جس میں ۱۲۹ اشخاص کا تذکرہ ملتا ہے۔ مکہ کے کفار و مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جس نوعیت کے الزامات عائد کیے یا اعتراضات اٹھائے، اس کی جامع تفصیل بھی پہلی مرتبہ اس میں پیش کی گئی ہے۔

ان دونوں جلدوں کا مطالعہ کرتے ہوئے صحیح اور مستند معلومات کا ایک دریا بہتا دکھائی دیتا ہے،

جن میں سے کسی بات کو مستند حوالوں کے بغیر درج نہیں کیا گیا۔ اگر اس لوازمۂ سیرت کے منابع، مراجع، مصادر اور ماخذوں پر نگاہ ڈالی جائے تو مولانا مودودیؒ کے وسعت مطالعہ اور استخراج نتائج کی داد دینا پڑتی ہے۔ وقائع نگار کا کام محض معلومات کو جمع کرنا نہیں بلکہ ان کی تنقید، تنقیح اور تصحیح بھی ہے۔ اس حوالے سے ایک قاری کو بیسیوں مقامات پر یہ علمی اور تحقیقی عمل دکھائی دے گا۔ کتب سیرت میں اگر مستند اور محقق روایات و معلومات کے حوالے سے تقابل کیا جائے تو سیرت سرور عالمؐ ایک ممتاز کاوش نظر آتی ہے۔ اس کی ایک مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طفولیت کی تفصیلات سے دی جاسکتی ہے۔

سیرت نگاری میں اماکن کا تعین، اسماء الرجال سے واقفیت، ماہ و سال اور سنین کا تعین، ہجری اور عیسوی تقویم میں مطابقت اور عربوں کی معاشرتی اور ثقافتی زندگی کا بھرپور علم اور قبائل کی زندگی کا دستور اور عرف، چند ایسے مسائل ہیں، جن سے عہدہ برآ ہوئے بغیر کوئی سیرت نگار اپنے موضوع سے انصاف نہیں کرسکتا۔

مستشرقین کے اعتراضاتِ سیرت کا جواب یوں تو سر سید سے لے کر علامہ شبلی نعمانی اور پروفیسر ظفر اقبال تک سب نے فراہم کیا ہے، مگر ان میں سید مودودی نے ان مستشرقین کے فسادِنیّت سے لے کر ان کے منہج تحقیق پر جو گرفت کی ہے، وہ عملی تحقیق کا ایک ایسا نمونہ ہے، جس سے کام لے کر ہم مستشرقین کی اسلام، قرآن اور صاحبِ قرآن کے خلاف تمام معاندانہ اور مخاصمانہ سرگرمیوں کا علمی اور تحقیقی احتساب کرسکتے ہیں۔

سیرت نگاری کی ۱۴ صدیوں میں اہل علم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ روایت اور درایت کا جو معیار ہمارے ہاں محدثین کرام نے تدوین حدیث میں پیش نظر رکھا ہے، وہ احتیاط وقائع سیرت نگاری میں کم تر دکھائی دیتی ہے۔ ارباب علم اور صاحبان تحقیق اگر سید مودودیؒ کے تحقیقی موقف اور درایت کو دیکھیں گے تو انھیں سید محترم اور دوسرے سیرت نگاروں میں مابہ الامتیاز فرق دکھائی دے گا۔ مثال کے طور پر حرب فجار ہو، بحیرہ راہب کا تذکرہ اور ازواج النبی میں عمر عائشہؓ کا معاملہ ہو، یا پھر بناتِ رسول کا تذکرہ، مولانا مرحوم کے قلم سے تجزیہ و تحقیق کی ایک خاص انفرادیت دکھائی دے گی۔

سیرت نگاری کی تحریک میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مطالعہ مغرب کے حوالے سے اپنا ایک خاص

نقطہ نظر رکھتے ہیں، جس میں مغرب شناسی کی اس روایت میں علامہ اقبالؒ کے استثنا کے بعد سید مودودیؒ ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ الغرض سید مودودیؒ کی سیرت نگاری کی یہ انفرادیت ہے کہ انھوں نے سیرت کو ایک متحرک فکر اور فعال تحریک کے تناظر میں دیکھا ہے۔ انھوں نے وقائع سیرت کا خزینہ مرتب کرنے کے ساتھ ان واقعات کے دامن میں مضمر اسباب، عوامل اور محرکات کو اجاگر کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ ان کے نزدیک یہ کام، اسلوبِ دعوت کا ناگزیر تقاضا ہے۔ وہ چونکہ خود ایک اسلامی تحریک کے مؤسس تھے جو خلافت علی منہاج النبوۃ کی طرز پر ایک انقلاب برپا کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا انھوں نے سیرت کے تمام تر وقائع کو ایک دعوت کے پیرائے میں، اسلامی تحریک کے کارکنوں کے لیے ایک نظامِ تزکیہ و تربیت کے شعور کے ساتھ پیش کیا ہے۔ وہ سیرت نگاری میں ایک وقائع نگار سے آگے بڑھ کر اس کارنامۂ رسالت کے از سر نو احیا کے متمنی ہیں، جو عصری طاغوت اور گلوبل لادینیت کے مقابلے میں ایک صالح مومن، ایک اسلامی معاشرے اور ایک اسلامی ریاست کی تعمیر و تشکیل میں معاون بن سکے۔ بس یہی ایک پہلو انھیں نہ صرف اردو سیرت نگاری بلکہ عالمی سیرت نگاری میں بھی ممتاز و منفرد بنا دیتا ہے۔

سیرت نگاری کے اس داعیانہ دبستان کے اثرات گذشتہ نصف صدی میں ان کے معاصر اور بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے بھی قبول اور جذب کیے ہیں۔ ایسے سیرت نگاروں میں ملّا واحدی کی دو جلدوں میں حیات سرور کائناتؐ، نعیم صدیقی کی محسن انسانیتؐ اور سیدؐ انسانیت، محمد شریف قاضی کی اسوۂ حسنہؐ، سید اسعد گیلانی کی رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب اور حضور اکرمؐ اور ہجرت، ڈاکٹر خالد علوی کی انسان کاملؐ، ابوسلیم محمد عبدالحی کی حیات طیبہؐ، ماہر القادری کی در یتیمؐ، ڈاکٹر اسرار احمد کی منہج انقلاب نبویؐ اور دوسرے بہت سے رسائل سیرت، علی اصغر چودھری کی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم، بنت الاسلام کی اسوۂ حسنہؐ اور خالد مسعود کی حیات رسول امیؐ وغیرہ کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر انور محمود خالد نے اپنے تحقیقی مقالے اردو نثر میں سیرت رسول میں سید مودودیؒ کی سیرت نگاری پر اپنے تاثرات کو یوں بیان کیا ہے:

مولانا مودودی نے (سیرت سرور عالمؐ) جلد دوم میں جہاں جہاں اضافے کیے

ہیں، وہاں ان کا تصنیفی تجربہ، سیرتی علم اور اسلوبی حسن اپنے معراج پر ہے۔ بحیثیت مجموعی سیرت سرور عالمؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی پیغام کو جس خوب صورت اور عالمانہ انداز میں پیش کرتی ہے، اس کی مثال دور حاضر کی کتبِ سیرت میں کم کم ملتی ہے۔ (ص ۷۳۸)

سیرت سرور عالمؐ کے مطالعے اور تجزیے کا ایک رخ اس کے اسلوب نگارش کا جائزہ بھی ہے۔ اردو زبان و ادب کا اولیں علمی سرمایہ مذہبی تحریوں پر مبنی ہے۔ ابتدائی دور کی تحریروں کا اسلوب عربی اور فارسی زبان اور مقامی بولیوں کے متروک اور نامانوس الفاظ سے مرکب ہے۔ اس کے برعکس سید مودودیؒ کا اسلوب کئی اعتبار سے منفرد اور ممتاز ہے۔ ان کا اسلوب جن اجزا سے تشکیل پاتا ہے، اس میں روح مطالب تک پہنچنے کے لیے لفاظی، عبارت آرائی، آرایش اور تصنّع کے بجاے ایک سادگی، سلاست، روانی، شگفتگی اور وضاحت کا احساس ہوتا ہے۔ اردو میں ادبی لوازم کو دینی موضوعات میں کامیابی سے استعمال کرنے والی پہلی شخصیت شبلی نعمانی کی ہے۔ دینی ادب کی اس رو کو ایک بحرمواج میں تبدیل کرنے والی شخصیت ابوالکلامؒ آزاد کی ہے۔ مگر سیرابیوں اور شادابیوں کا سامان پیدا کرتی ہوئی ادبی لہر صرف سید مودودیؒ کے قلم سے پیدا ہوئی۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو مقام علامہ اقبالؒ کو اردو شاعری میں حاصل ہے تقریباً وہی حیثیت سید مودودیؒ کی اردو نثر کو میسر ہے۔ اقبالؒ نے مسلم قومیت کے دھاروں کو اسلامیت کے رنگ سے آشنا کیا۔ اسلامیت کے جس دروازے کو اقبالؒ نے کھولا، سید مودودیؒ نے اس میں داخل ہو کر ملت کے لیے اسلامی تہذیب و ثقافت کا ایک ایوان تعمیر کر دیا۔ اس ایوانِ ادب میں جہاں قدیم علوم کی اینٹیں چنی گئیں وہاں جدید علوم کا مسالہ بھی آپ نے فراہم کیا۔ یوں ان کے اسلوب میں قدیم اور جدید موضوعاتی ہم آہنگی اور توازن ملتا ہے۔ سید مودودیؒ چونکہ ایک مشنری انسان ہیں، اس لیے وہ اپنے اسلوب سے ذہنوں کو تبدیل کرنے کا کام لینا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ان کے اسلوب کی مقصدیت اور ثقاہت نے ان کے قلم میں تجزیہ و تحلیل اور زور استدلال کی خوبی پیدا کی ہے۔ الغرض سید مودودیؒ سیرت نگاری میں بھی منفرد حیثیت کے مالک نظر آتے ہیں۔